بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا﴾

(التحریم:۸)

توبہ کی ضرورت

بیان: محبوب العلما والصلحا، زبدۃ السالکین، سراج العارفین
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

تاریخ: 22 اکتوبر 2011ء بروز جمعہ ۲۴ ذیقعد ۱۴۳۲ھ

موقع: سالانہ نقشبندی اجتماع مجلس بعد از نمازِ مغرب

مقام: جامع مسجد زینب معہد الفقیر الاسلامی جھنگ

اقتباس

ہاں! انسان جتنا اللہ رب العزت سے معافی مانگے، اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتے ہیں اور اس کے گناہوں کو نیکیوں میں شامل کر لیتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا کہ کئی مرتبہ انسان ایک گناہ کرتا ہے اور وہ اس کے لیے جنت میں جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ کیونکہ کیا تو تھا گناہ، مگر اس گناہ سے اس نے سچی توبہ کر لی اور توبہ اللہ کے ہاں ایسی قبول ہوئی کہ اللہ نے اس بندے کے لیے جنت میں جانے کا فیصلہ فرما دیا۔ اسی لیے قیامت کے دن شیطان بعض بندوں پر حسرت کرے گا کہ میں نے ان سے گناہ کروائے ہی کیوں تھے کہ انہوں نے ان سے ایسی توبہ کی کہ اللہ کو پسند آ گئی۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾

(التحریم:۸)

توبہ کی ضرورت

بیان: محبوب العلماوالصلحا، زبدۃ السالکین، سراج العارفین

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

تاریخ: 22 اکتوبر 2011ء بروز جمعہ ۲۴ ذیقعد ۱۴۳۲ھ

موقع: سالانہ نقشبندی اجتماع مجلس بعد از نمازِ مغرب

مقام: جامع مسجد زینب معہد الفقیر الاسلامی جھنگ

((كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ))

(کنز العمال، رقم: ۱۰۲۲۰)

''ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔''

اس لیے

فَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ يَتُوبُوا مِنَ الْكَبَائِرِ

''مومنوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو کبیرہ گناہ سے توبہ کرتے ہیں۔''

وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّتُوبُوا مِنَ الصَّغَائِرِ

''بعض صغیرہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔''

وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّتُوبُوا مِنَ الشُّبُهَاتِ

''بعض شبہات سے توبہ کرتے ہیں۔''

وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّتُوبُوا مِنَ الْمَكْرُوهَاتِ

''بعض ایسے ہوتے ہیں جو مکروہات سے توبہ کرتے ہیں۔''

وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّتُوبُوا مِنَ الْغَفَلَاتِ

''بعض ایسے لوگ ہیں جو اپنے غفلت میں گزرے ہوئے لمحوں سے بھی توبہ کرتے ہیں۔''

وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّتُوبُوا مِنَ الْوُقُوفِ عَلَى الْحَالِ الْاَدْنٰى

بعض ایسے بھی ہیں کہ جو اپنے نیچے کے درجے پر ہونے سے توبہ کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اوپر کا درجہ عطا فرما دے۔

تو معلوم ہوا کہ توبہ تو ہر بندے کو کرنی چاہیے۔ اس لیے فرمایا:

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ (تفسیر الخازن:۲/۱۷۱)

''ابرار کی جو نیکیاں ہیں مقربین انہیں اپنے لیے گناہ کے مانند سمجھتے ہیں''

توبہ کی دعوت ہر ایک کو:

رب کریم نے ہر انسان کو توبہ کے لیے دعوت دی ہے۔

مشرکین کو دعوت دی۔ فرمایا:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾

(توبہ:۱۱)

''اگر یہ مشرک شرک سے توبہ کرلیں نماز ادا کریں اور زکوۃ دیں تو یہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔''

نصاریٰ کو توبہ کی دعوت دی:

﴿اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (المائدہ:۷۴)

اگر یہ نصاریٰ اپنے تثلیث کے عقیدے سے بھی توبہ کر لیتے تو اللہ ان کی توبہ کو بھی قبول کر لیتا۔

جو مرتد ہو جاتے ہیں، اللہ نے ان کو بھی واپس آنے کی توفیق دی:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

(آلِ عمران:۸۹)

''مگر وہ لوگ جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کر لیں اللہ انہیں بخشنے والا مہربان ہے''

ایک جگہ قرآن مجید میں منافقین کو بھی توبہ کی دعوت دی۔ فرمایا:

﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (الفرقان:۷۰)

تو معلوم ہوا کہ پروردگارِ عالم نے کسی بندے کے لیے توبہ کے دروازے کو بند نہیں کیا۔ جو بھی ہے، جس حال میں بھی ہے، وہ توبہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا توبہ میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ انسان سوچتا ہی رہ جائے۔

توبہ کے لیے نیت خالص ہو:

''توبۃ نصوح'' کے بارے میں فرمایا:

تَخْلِيْصُهَا مِنْ كُلِّ نَقْصٍ وَّ فَسَادٍ

''ایسی توبہ جو ہر نقص سے اور ملاوٹ سے پاک ہو۔''

یعنی انسان کا دل اس کی زبان کا ساتھ دے رہا ہو۔ دل میں یہ بات ہو کہ میں اب توبہ کرتا ہوں۔ بعض دفعہ الفاظ تو نکلتے ہیں، لیکن دل ساتھ نہیں دیتا۔ اس لیے اگر کسی نے فقط زبان سے یہ لفظ کہے:

تُبْتُ إِلَى اللّٰهِ وَ رَجَعْتُ إِلَى اللّٰهِ وَنَدِمْتُ عَلٰى مَا فَعَلْتُ وَ عَزَمْتُ عَلٰى اَنْ لَّا اَعُوْدَ بِالْمَعَاصِيْ اَبَدًا

''میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں، میں اللہ کی طرف لوٹتا ہوں، میں نے جو کیا اس پر نادم ہوں اور اب گناہ کے نہ کرنے کا پکا ارادہ کرتا ہوں''

مگر اس کے دل میں توبہ کی نیت نہیں تو ان کلمات کے کہنے کے باوجود اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ توبہ کہتے ہیں کہ انسان زبان سے کلمات کہے اور دل اس کی تصدیق کر رہا ہو۔

توبہ کے آداب

شریعت نے توبہ کے کچھ آداب بتائے ہیں۔

(۱)...... صِحَّةُ النِّيَةِ

نیت ٹھیک ہونی چاہیے۔

(۲)...... اَنْ يُّطَاوِعَ الْقَلْبُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْاِسْتِغْفَارِ

''استغفار کرنے میں زبان کا ساتھ اس کا دل بھی دے رہا ہو۔''

اور اگر زبان پر الفاظ تو ہوں اور دل ساتھ نہ دے تو مشائخ نے فرمایا:

اِسْتِغْفَارُنَا يَحْتَاجُ اِلَى اسْتِغْفَارٍ (التذکرہ للقرطبی:۱/۵۲)

''ہمارے استغفار پر ہمیں استغفار کرنے کی ضرورت ہے''

(۳)......اَنْ يَّكُوْنَ عَلَى الطَّهَارَةِ

پھر انسان وضو کرے۔

(۴)......اور دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ رب العزت سے دعا مانگے۔اور دعا بھی قبولیت کے اوقات میں مانگے۔

ہمارے اکابر سحری کے وقت استغفار کرتے تھے،اس لیے یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کہا تھا:

﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ﴾ (یوسف:۹۸)

''میں جلد ہی تمہارے لیے استغفار کروں گا''

مقصد یہ کہ تہجد کے وقت استغفار کروں گا۔

(۴)...... پھر انسان اپنے لیے بھی دعا مانگے اور سب ایمان والوں کے لیے بھی دعا

مانگے۔ یہ دعا سکھائی گئی:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ﴾

(۵)......جس بندے نے گناہ کیا، وہ کہے:

...... یَا رَبِّ! اُسْتُرْ عَلَیَّ

''اے اللہ! میرا پردہ رکھ لیجیے!''

......اِذَا فَرَغَ مِنَ الْمَعْصِیَۃِ قَالَ: یَارَبِّ! تُبْ عَلَیَّ

اگر کوئی معصیت سے فارغ ہوا، کہے: اے اللہ! میری توبہ کو قبول کر لیجیے۔

......وَ اِذَا تَابَ قَالَ یَا رَبِّ ارْزُقْنِیَ الْعَصْمَۃَ

اگر اس نے توبہ کر لی، اے اللہ! مجھے عصمت عطا کر دیجیے۔

......وَ اِذَا عَمِلَ قَالَ: یَا رَبِّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ (احیاء علوم الدین: ۴/ ۴۸)

اگر اس نے نیکی کا کام کیا، کہے: اے اللہ! اس کو میری طرف سے قبول کر لیجیے۔

تین چیزیں تین چیزوں میں چھپی ہوئی ہیں:

چنانچہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اس سلسلہ کے بہت بڑے بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپا دیا ہے:

خَبَأَ رِضَاہُ فِیْ طَاعَتِہٖ، فَلَا تَحْتَقِرُوْا مِنْھَا شَیْئًا لَعَلَّ رِضَاہُ فِیْہِ

''اللہ نے اپنی رضا کو نیکیوں میں چھپا دیا، تم ان میں سے کسی کو بھی ہلکا نہ جانو، کیا پتا اسی نیکی سے، اللہ نے تم سے راضی ہونا ہو۔''

اور فرمایا:

وَ خَبَأَ غَضَبَہٗ فِیْ مَعَاصِیْہِ، فَلَا تَحْتَقِرُوْا مِنْھَا شَیْئًا لَعَلَّ غَضَبَہٗ فِیْہِ

''اللہ نے اپنے غصے کو گناہوں میں چھپا دیا، کوئی چھوٹا گناہ بھی مت کرو ممکن

ہے اسی میں اللہ کی ناراضگی ہو۔''

وَ خَبَأَ وِلَايَتَهٗ فِيْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَا تَحْتَقِرُوْا مِنْهُمْ اَحَدًا لَعَلَّهٗ وَلِيُّ اللّٰهِ تَعَالٰى (قوت القلوب: ۱/۳۴۷)

''اللہ نے اپنے اولیا کو اپنے بندوں میں چھپا دیا، تم کسی بندے کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو! ممکن ہے کہ وہ اللہ کا ولی ہو۔''

توبہ دل کو نرم کرتی ہے:

چنانچہ انسان جب توبہ کرتا ہے تو اس کے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا:

جَالِسُوْا التَّوَّابِيْنَ فَاِنَّهُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً (احیاء علوم الدین: ۴/۳۴)

''توبہ کرنے والوں کی صحبت اختیار کرو، ان کے دل نرم ہوا کرتے ہیں''

توبہ کی شرط:

انسان جب توبہ کرے تو یہ ضروری ہے کہ اس نے جس کسی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے ان کو ادا کرے۔ خواہ ان حقوق کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو، خواہ مخلوق کے ساتھ ہو۔

تو سب سے پہلے انسان اللہ کے حقوق ادا کرے۔ جو نمازیں قضا کر دی تھیں، زکوٰۃ نہیں دی تھی، روزے چھوڑ دیے تھے، حج نہیں کیا۔ تو ان اعمال کا حساب لگا کر جو کچھ اس کے ذمے بنتا ہے اس کو ادا کرے۔

اور پھر مخلوق میں سے جس کسی کے ساتھ جو زیادتی کی...... کسی کا حق مارا، غیبت کی، دل دکھایا، تو ان سے بھی معافی مانگے۔ اس لیے کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا ضروری

ہے۔

چنانچہ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مَنْ تَابَ مِنْ تِسْعَةٍ وَّ تِسْعِيْنَ ذَنْبًا وَّ لَمْ يَتُبْ مِنْ ذَنْبٍ وَّاحِدٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدَنَا مِنَ التَّائِبِيْنَ (قوت القلوب: ۱/۳۲۱)

''جس بندے نے ننانوے گناہوں سے توبہ کر لی، ایک گناہ سے توبہ نہ کی، وہ ہماری کتابوں میں تائبین میں شمار نہیں کیا جائے گا''

گناہ نہ کرنے والا بہتر یا گناہ کر کے توبہ کرنے والا؟

ایک سوال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ ایک بندہ، جس نے گناہ کیا ہی نہیں اور ایک جو گناہ کر بیٹھا پھر توبہ کی، تو دونوں میں سے بہتر کون ہے؟

تو بعض علما نے تو کہا کہ جس طرح کپڑا شروع میں بنے تو بے جوڑ ہونے کی وجہ سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے، اس کو کاٹ کر جوڑ لگا دو تو وہ بدنما ہو جاتا ہے پہلے جیسا تو نہیں بن جاتا۔ اس طرح جو گناہ کرے ہی نہ، وہ سب سے بہتر ہے۔

اور بعض علما نے کہا کہ نہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں عاجزی و انکساری کا مرتبہ زیادہ ہے۔ جب کوئی بندہ نیکی ہی کرتا رہتا ہے تو اس کے دل میں خود پسندی ہوتی ہے اور اگر کوئی بندہ گناہ کرے اور اس گناہ سے وہ توبہ کرے تو اس کے دل میں گناہ کے کرنے کی ندامت ہوتی ہے، اس لیے یہ بندہ اب اللہ کو زیادہ پسندیدہ ہے۔

اور دلیل انہوں نے دی کہ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:

يَا رَبِّ! اَيْنَ اَجِدُكَ؟

اللہ! میں آپ کو کہاں پا سکتا ہوں؟

رب کریم نے فرمایا:

عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ (قوت القلوب: ۱/۴۳۸)

جن کے دل ٹوٹے ہوتے ہیں ان کے دل میں تلاش کرو تم مجھے وہیں پاؤ گے۔

اللہ کی شانِ مغفرت:

بخاری شریف کی روایت ہے:

((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهٖ، ثُمَّ تَابَ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ))

(بخاری، رقم: ۴۳۸۱)

''بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اور توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتے ہیں۔''

اور حدیث پاک میں یہاں تک فرمایا:

((لَوْ اَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمُ السَّمَآءَ ثُمَّ تُبْتُمْ، لَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ)) (کنز العمال، رقم الحدیث: ۱۰۲۲۲)

''اگرچہ تم اتنے گناہ کرو کہ تمہارے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں، پھر بھی اگر تم توبہ کرو گے، اللہ پھر بھی تمہاری توبہ کو قبول فرما لیں گے۔''

گناہ کی دو قسمیں

گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) تَرْكُ مَأْمُوْرٍ

اللہ نے جو حکم دیا کہ تم یہ کرو! اس کو اگر کوئی نہ کرے تو اِس کو کہیں گے ترک مامور۔ یعنی امر تھا اس کو کرنا چاہیے تھا مگر اس نے نہ کیا۔

(۲) فِعْلُ مَحْذُوْرٍ

یعنی اللہ تعالیٰ کسی چیز سے منع کرے کہ مت کرو اور وہ کر بیٹھے تو اس کو کہیں گے فعلِ محذور۔

سب سے پہلا گناہ جو ہوا، وہ ترک مامور تھا۔

رب کریم نے جب حکم دیا: ﴿اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ ''آدم کو سجدہ کرو''

تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ﴿اِلَّا اِبْلِیْسَ﴾ ''سوائے ابلیس کے''۔

﴿اَبٰی وَ اسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ﴾

''اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور نافرمانوں میں سے ہو گیا''

تو سب سے پہلا گناہ جو ہوا وہ ترک مامور کا ہوا۔

اور پھر جو دوسری خطا ہوئی وہ آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ وہ کیا ہوئی؟ وہ یہ کہ رب کریم نے منع کیا تھا کہ تم نے اس درخت کے پھل کو نہیں کھانا اور انہوں نے بھول کر اس کو کھا لیا۔ جس چیز سے منع کیا تھا وہ کر بیٹھے۔ تو یہ فعلِ محذور تھا۔

دل کے گناہ، جوارح کے گناہوں سے زیادہ مضر ہیں:

انسان کے گناہوں کا تعلق بعض اوقات جوارح کے ساتھ ہوتا ہے اور بعض اوقات دل کے ساتھ ہوتا ہے۔ جوارح سے مراد آنکھیں، زبان، کان، ہاتھ پاؤں، یہ انسان کے جوارح یا اعضا ہیں۔ اور انسان کے دل کے ساتھ جن گناہوں کا تعلق ہے، وہ ہے: کبر، عجب، ریا، شح، حبِ مال، حسد، بغض اور غضب۔ ان تمام گناہوں کا تعلق انسان کے دل کے ساتھ ہے۔

اب سمجھنے والی بات یہ ہے کہ دل کا گناہ زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے بہ نسبت اعضا کے گناہوں کے۔ وہ کیسے؟

مَعْصِيَةُ آدَمَ كَانَتْ مَعْصِيَةَ جَارِحَةٍ

''آدم علیہ السلام سے جو غلطی ہوئی وہ ان کے اعضا اور جوارح کی کوتاہی تھی''

نتیجہ کیا ہوا کہ نسیان ہو گیا، بھول ہو گئی۔ تو یہ جوارح کا معاملہ ہے کہ (ضعف الارادہ) ارادے میں کوتاہی کی وجہ سے بھول ہو گئی۔ جب اعضا کی وجہ سے گناہ ہوا تو فوراً توبہ کی اور اللہ نے ان کی توبہ کو قبول کر لیا۔ لیکن جو ابلیس کی معصیت تھی۔

كَانَتْ مَعْصِيَةَ قَلْبٍ

''وہ دل کی معصیت تھی''

کیوں؟ اس نے تکبر کیا تھا اور کہا تھا: ''اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ'' (میں زیادہ بہتر ہوں) اور یہ جو دل کی کوتاہی ہوتی ہے۔

فَكَانَتْ غَائِرَةً مُتَمَكِّنَةً سَاكِنَةً فِيْ اَعْمَاقِهٖ

(موسوعة فقه الابتلاء: ۲۶۳/۴)

''زیادہ کھلی، پکی اور دل کی گہرائیوں میں ہوتی ہے''

لہٰذا اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ رب کریم نے فرما دیا:

﴿فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴾

تصوف وسلوک کا بنیادی مقصد:

اور ذکر و سلوک کا بنیادی مقصد جوارح کے گناہوں سے بھی بچنا ہے، مگر اس سے بھی زیادہ دل کے گناہوں سے بچنا ہے۔ چونکہ جن گناہوں کا تعلق دل سے ہے وہ مہلکات ہیں۔ اسی لیے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تصوف کا مقصود کیا ہے؟ فرمایا: ''تصوف کا مقصود یہ ہے کہ انسان کے رگ رگ اور ریشے ریشے سے

گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔"

بدعت......سب سے خطرناک گناہ:

اب اس میں کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ جو جاری ہو جاتے ہیں، رواج پا جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کا گناہ اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بدعت پر عمل کرنا۔ نفس تو گناہ کرواتا ہے لذت کی خاطر مگر شیطان ایسے گناہ کو پسند کرتا ہے کہ انسان گناہ کرے اور اسے توبہ کی توفیق بھی نہ ہو۔ اب جو آدمی کسی بدعت پر عمل کر رہا ہے تو وہ اس کو نیکی سمجھ رہا ہے، توبہ کیسے کرے گا؟ اسی لیے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث مبارکہ لکھی ہے:

"جس قوم میں کوئی بدعت آ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مقابلے میں ایک سنت کو اٹھا لیتے ہیں، پھر اس قوم کے اندر قیامت تک وہ سنت نہیں لوٹائی جاتی۔"

اسی لیے جو سالک آگے بڑھنا چاہے وہ تمام بدعات سے اپنے آپ کو بچائے۔ ایسے گناہ جو انسان کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتے ہیں، وہ انتہائی خطرناک ہیں۔ کیونکہ وہ جب تک ہوتے رہتے ہیں اسے شروع کرنے والے کو ان کا گناہ برابر پہنچتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر: آدم کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کیا، تو قتل کرنے کا ایک عمل انسانوں میں شروع ہوا، قیامت تک جو قتل کرے گا قاتل کو تو گناہ ہوگا ہی لیکن اس ابتدا کرنے والے کو بھی اس کا گناہ ہوگا۔ چونکہ اس نے ایک عمل کو جاری کر دیا۔ اسی لیے ایسا عمل کرنا کہ جس کا فساد مرنے کے بعد بھی چلتا رہے، یہ انسان کے لیے اور بھی زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔

گناہ کی ابتدا چھوٹی، انتہا بڑی:

کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ گناہ کی ابتدا چھوٹی ہوتی ہے، انتہا بڑی ہوتی ہے۔ جیسے:

اَوَّلُ ذَنْبِ اِبْلِيْسَ مَعْصِيَةٌ وَ اٰخِرُهٗ كُفْرٌ

''ابلیس کے گناہ کی ابتدا معصیت تھی اور اس کی انتہا کفر تھی۔''

اَوَّلُ ذَنْبِ قَابِيْلَ شَهْوَةٌ وَ اٰخِرُهٗ شَقْوَةٌ

قابیل کے گناہ کی ابتدا شہوت تھی اور انتہا شقاوت تھی۔

گناہ کا کفارہ نیک اعمال اور استغفار ہے:

انسان کو چاہیے کہ وہ گناہوں سے بچے اور جتنے نیک اعمال کرسکتا ہے کرے۔

اَلْاَعْمَالُ تَشْفَعُ لِصَاحِبِهَا عِنْدَاللّٰهِ وَ تَذَكَّرُ بِهٖ اِذَا وَقَعَ فِي الشَّدَائِدِ

''اعمال بندے کے لیے اللہ کے ہاں سفارش کرتے ہیں اور جب وہ مشکل میں پڑتا ہے تو اسے نصیحت کرتے ہیں''

﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (ھود: ۱۱۴)

''بندے کی نیکیاں اس کے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ o لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ o﴾ (صفت: ۱۴۴۔۱۴۵)

''اگر یونس میری پاکیزہ شان بیان کرنے والے نہ ہوتے، تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے''

تو ان کا تسبیح پڑھنا مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کا سبب بن گیا کہ انہوں نے کہا تھا:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

تو معلوم ہوا اگر انسان سے گناہ ہو جائے تو استغفار بھی کرے اور نیک اعمال بھی کرے۔ نیک اعمال اس کے لیے بخشش کا سبب بن جاتے ہیں۔ عربی کا ایک مشہور شعر ہے: ؎

وَ اِذَا الْحَبِیْبُ أَتٰی بِذَنْبٍ وَّاحِدٍ
جَاءَ تْ مَحَاسِنُهٗ بِاَلْفِ شَفِیْعٍ

(دیوان ابن نباتة المصری: ۱/۱۲۲۶)

''اور جب محبوب کسی ایک غلطی کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس کی خوبیاں ہزار شفاعت کرنے والے کو لے کر سامنے آ جاتی ہیں۔''

اس کی مثال یہ کہ ماں کو بیٹے سے پیار ہوتا ہے، بیٹا غلطی بھی کر دے تو وہ ماننے سے انکار کرتی ہے۔ کوئی نہ کوئی تاویل کر دیتی ہے۔ اس لیے کہ غلطی ایک ہوتی ہے اور بچے کی اچھائیاں بہت سی اس کے سامنے ہوتیں ہیں، لہٰذا اس کی برائی بھی برائی نظر نہیں آتی۔ تو انسان اگر نیکی کرتا ہو تو پروردگارِ عالم کی نظر میں اس کی خطا خطا نہیں رہتی۔

ہاں! انسان جتنا اللہ رب العزت سے معافی مانگے، اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتے ہیں اور اس کے گناہوں کو نیکیوں میں شامل کر لیتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا کہ کئی مرتبہ انسان ایک گناہ کرتا ہے اور وہ اس کے لیے جنت میں جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ کیونکہ؟ کہ کیا تو تھا گناہ، مگر اس گناہ سے اس نے سچی توبہ کر لی اور توبہ اللہ کے ہاں ایسی قبول ہوئی کہ اللہ نے اس بندے کے لیے جنت میں جانے کا فیصلہ فرما دیا۔

اسی لیے قیامت کے دن شیطان بعض بندوں پر حسرت کرے گا کہ میں نے ان سے گناہ کروائے ہی کیوں تھے کہ انہوں نے ان سے ایسی توبہ کی کہ اللہ کو پسند آ گئی۔

گناہ کی قباحت بڑھ جاتی ہے......

گناہ کے حالات ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے وہ چھوٹا گناہ، بڑا بنتا چلا جاتا ہے۔

مواقع کے اعتبار سے:

مثال کے طور پر ایک آدمی اگر کنوارہ ہو اور زنا کا ارتکاب کرے، تو یہ کم درجے کا گناہ ہوگا، شادی شدہ ہو اور پھر ارتکاب کرے، تو زیادہ سخت گناہ۔ پھر اگر کنواری عورت سے گناہ کیا تو یہ نسبتاً چھوٹا گناہ، شادی شدہ سے کیا تو متزوجہ ہونے کی وجہ سے بڑا گناہ۔ اور اگر پڑوسی کی بیوی سے زنا کیا، تو اور بھی زیادہ بڑا گناہ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ پڑوسی رشتہ دار ہے تو اس میں چونکہ آپس میں صلہ رحمی بھی ہے تو قرابت داری کی وجہ سے اور بھی زیادہ قبیح ہوگیا۔ اور اگر کوئی ایسی عورت ہے کہ جس کا خاوند نیکی کے کام کرنے کے لیے اللہ کے راستے میں نکلا۔

اَلْمَرْءَةُ الْمَغِيْبَةُ الَّتِيْ غَابَهَا زَوْجُهَا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ

اس سے گناہ کرنا اور بھی زیادہ برا ہے۔ اور اگر کوئی آدمی اتنا شقی القلب ہے کہ وہ محرم عورت سے زنا کرتا ہے تو اور بھی زیادہ قبیح گناہ ہوگیا۔ اور اس میں بھی اگر حرمتِ مصاہرت آ گئی۔ حرمتِ مصاہرت کا مطلب کہ رشتے داریاں جیسے سسر اور بہو کا رشتہ، داماد اور ساس کا رشتہ۔ اگر اس میں گناہ ہو تو اور بھی زیادہ قباحت آ جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ گناہ تو ایک تھا، لیکن حالات کے ساتھ ساتھ اس کی شدت کے

اندر زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے۔

مکان کے اعتبار سے:

اور مکان کے ساتھ بھی اس میں زیادتی ہوتی ہے۔ ایک آدمی ایک گناہ باہر کرے تو کم برا، مسجد میں کرے تو اور بھی زیادہ برا، حدودِ حرم میں کرے تو اور بھی زیادہ برا، اور بیت اللہ میں کرے اور بھی زیادہ برا۔

زمان کے اعتبار سے:

اسی طرح حرمتِ زمان ہے۔ عام دنوں میں گناہ کرے تو کم برا، رمضان المبارک میں کرے اور بھی زیادہ برا، ذی الحجہ میں کرے تو اور بھی برا اور اگر میدانِ عرفات میں کرے تو اس سے بھی زیادہ برا ہے۔

گناہ بخشوانے والے اعمال

کچھ اعمال ہیں جو گناہوں کو بخشوا دیتے ہیں۔

(۱) توبہ:

حدیث شریف میں آیا:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ))(کنز العمال، رقم: ۱۰۱۷۴)

"گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہوتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔"

لہٰذا جیسے ہی کوئی گناہ سرزد ہو فوراً توبہ کریں۔ اللہ سے رو رو کر اپنی ندامت

کا اظہار کریں اور معافی چاہیں۔

(۲) استغفار:

استغفار کی کثرت کرنا بھی گناہوں کی بخشش کا ایک ذریعہ ہے۔ انسان اپنی زبان پر استغفار زیادہ سے زیادہ رکھے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

''اس شخص کو مبارک ہو جس کے نامہ اعمال میں قیامت کے دن استغفار زیادہ پایا جائے گا۔'' (کنز العمال، رقم: ۲۰۸۸)

اللہ رب العزت اس بندے کی کوتاہیوں کو معاف فرما دیں گے جو زیادہ استغفار کرنے والا ہوگا۔ لہٰذا ''استغفر اللہ'' اس کو باقاعدگی کے ساتھ پڑھنا، اللہ والوں کے اوراد و وظائف میں سے ہے۔

لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹے!

يَا بُنَيَّ! عَوِّدْ لِسَانَكَ " اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ "

اے میرے بیٹے! عادت بناؤ یہ کلمہ کہنے کی کہ ''اللہ مجھے معاف کر دے''

وجہ کیا ہے؟

فَاِنَّ لِلّٰهِ سَاعَاتٍ لَا يَرُدُّ فِيْهَا سَائِلًا (جامع العلوم والحکم: ۱/۳۹۴)

''اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ قبولیت کے لحات ہوتے ہیں، اس میں مانگنے والے کو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرمایا کرتے۔''

لہٰذا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ

یہ کہنا بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔

(۳) دعا کروانا:

اور دوسروں سے دعا بھی کروانا، انسان کی بخشش کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ جو کہتے ہیں:

......امی! دعا کریں

......ابو! دعا کریں

......مولانا صاحب! ہمارے لیے دعا کریں

......حضرت صاحب! دعا کریں

یہ انسان کے لیے بخشش کا ذریعہ بنتی ہے۔ حتیٰ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر رضی اللہ عنہ کو جب وہ عمرے کے لیے جا رہے تھے، فرمایا:

اے بھائی! اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا (ترمذی، رقم: ۳۵۶۲)۔
تو امت کو تعلیم دی کہ تم دوسروں کو بھی دعاؤں کے لیے کہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا بچوں سے دعا کروانا:

اب غور کیجیے! بات بڑی عجیب ہے کہ

كَانَ عُمَرُ يَطْلُبُ مِنَ الصِّبْيَانِ الْإِسْتِغْفَارَ وَ يَقُوْلُ: اِنَّكُمْ لَمْ تُذْنِبُوْا

''عمر بن خطاب چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنے لیے استغفار کے لیے کہا کرتے تھے اور کہتے تھے: تم گناہ نہیں کرتے''

ان سے یہ کہتے تھے کہ تم چھوٹے ہو، معصوم ہو، تمہاری دعا کو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرمائیں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حال دیکھیے! پڑھنے والے بچے آتے تھے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو

فرمایا کرتے تھے:

قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

''بچو! دعا کیا کرو کہ اللہ ابو ہریرہ کی مغفرت فرمادے۔''

جب وہ بچے دعا مانگتے تھے:

فَیُأَمِّنُ عَلٰی دُعَائِھِمْ (جامع العلوم والحکم: ۱/۳۹۷)

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی دعا پر آمین کہا کرتے تھے۔''

اب ذرا غور کیجیے! صحابی رسول ہیں، اللہ نے اتنی شان دی ہے، مگر دعا بچوں سے کروا رہے ہیں، کیونکہ جس کو اللہ سے مغفرت کی فکر لگی ہو وہ تو سہارے ڈھونڈتا ہے۔ چھوٹے بچوں سے بھی دعا کرواتا ہے۔ ہمارے اکابر کے اندر بھی یہ ایک عمل نظر آتا ہے۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بچوں سے دعا کروانا:

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرے اوپر قبض کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے بہت کوشش کی کہ قبض کی یہ کیفیت بسط کی کیفیت میں بدل جائے۔ استغفار بھی کیا، اللہ سے معافیاں بھی مانگیں، مگر قبض کی کیفیت ختم نہ ہوئی۔ تو قریب میں ایک مدرسہ تھا، جس میں چھوٹے بچے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، میں ان کے پاس گیا۔ بچے مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے: ایک بزرگ آئے ہیں، اللہ کے ولی آئے ہیں۔ جب انہوں یہ الفاظ کہے تو میں نے کہا کہ یہ تمہارا میرے ساتھ حسنِ ظن ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تم استغفار کرو کہ اللہ میری چھینی ہوئی کیفیات کو واپس عطا فرمادے۔

ابوبکر المزنی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

اور ابوبکر المزنی رحمۃ اللہ علیہ عجیب بات کرتے تھے، فرماتے تھے:

لَوْ كَانَ رَجُلٌ يَطُوْفُ عَلَى الْأَبْوَابِ كَمَا يَطُوْفُ الْمِسْكِيْنُ

''اگر (گنہگار) بندہ لوگوں کے دروازے پر اس طرح طواف کرتا، جس طرح کہ مسکین روٹی مانگنے کے لیے ہر دروازے کا طواف کرتا ہے''

اور ہر دروازے پر کہتا:

اِسْتَغْفِرُوْا لِيْ ''میرے لیے استغفار کرو!''

لَكَانَ قُبُوْلُهُ اَنْ يَّفْعَلَ (اسبابِ مغفرت: ۱/۵)

''چاہیے تھا کہ وہ ایسا کر گزرتا۔''

جب اپنے گناہوں کی بخشش کروانی ہو تو اس کے لیے کوئی بھی حیلہ اختیار کرنا پڑے، وہ ضرور کرنا چاہیے۔ تو سوچیے! وہ فرماتے ہیں: اگر فقیر کی طرح ایک ایک دروازے پر جا کر ان سے درخواست کرنی پڑے کہ جی میرے لیے مغفرت کے لیے دعا کرو تو بھی یہ نفع کا سودا ہے، ایسا کر گزرنا چاہیے۔

(۴) دو رکعات نفل:

جب انسان سے گناہ ہو جائے تو چاہیے کہ وہ دو رکعت نفل پڑھے اور اللہ سے دعا مانگے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو بندہ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ سے دعا مانگے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

(۵) روزے رکھنا:

اور بعض بزرگوں نے لکھا کہ روزہ بھی گناہوں کی بخشش کا سبب ہے۔ انسان نفلی

روزے رکھے اور افطاری کے وقت مغفرت کی دعا مانگے۔ روزہ دار کی دعا اللہ تعالیٰ افطاری کے وقت قبول فرماتے ہیں۔

(۶) صدقہ:

علما نے لکھا کہ جس سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ اللہ کے راستے میں صدقہ کرے، کیونکہ حدیث پاک میں آیا:

((اَلصَّدَقَةُ تُطْفِیُٔ الْخَطِیْئَةَ كَمَا يُطْفِیُٔ الْمَاءُ النَّارَ))

(الترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۴۱)

''جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے صدقہ انسان کی خطاؤں کو اسی طرح مٹا دیا کرتا ہے۔''

(۷) ذکر:

''اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنا'' اگر گناہ سرزد ہو گیا تو تسبیحات بھی پڑھے اور لمبا مراقبہ بھی کرے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ

((مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ فِیْ يَوْمٍ مِأَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَ اِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ))

(بخاری، رقم الحدیث: ۵۹۲۶)

''جو بندہ دن میں سو مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی کیوں نہ ہوں۔''

(۸) لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنا:

اَلْبِرُّ وَ الصِّلَۃُ

دوسروں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنا بھی گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

حدیث مبارک میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!

اِنِّیْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا

مجھ سے ایک گناہ ہو گیا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟

اس نے کہا: نہیں، فوت ہو گئی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری خالہ زندہ ہیں؟

وہ کہنے لگے: جی! وہ زندہ ہیں۔

فرمایا: فَبِرَّھَا۔ جاؤ خالہ کے ساتھ نیکی کا معاملہ رکھو! اللہ اس پر تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔ (الترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۲۷)

(۹) مخلوق پر رحم:

اَلْاِحْسَانُ عَلَی الْخَلْقِ

''اگر گناہ سرزد ہو جائے تو انسان مخلوق پر رحم کرے، ترس کھائے۔''

ہم بندوں کے ساتھ ترس کھائیں گے اللہ تعالیٰ ہم پر ترس کھائیں گے۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت تھی۔ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے پانی پلانے پر اس کے

سب گناہوں کو معاف کر دیا۔ (بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۲۱)

(۱۰) مصائب وغم:

اَلْمَصَائِبُ وَ الْهُمُوْمُ

اور کبھی کبھی گناہوں کی بخشش کا سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بیماری بھیج دیتے ہیں، کوئی غم بھیج دیتے ہیں، کوئی پریشانی بھیج دیتے ہیں۔ اس سے بھی بندے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک حدیث سنیے:

"مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّ لَا وَصَبٍ وَّ لَا هَمٍّ وَّ لَا حُزْنٍ وَّ لَا اَذًى وَّ لَاغَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ" (بخاری، رقم الحدیث: ۵۲۱۰)

"مومن کو جو بھی درد تکلیف، بیماری پہنچتی ہے حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھ جاتا ہے اللہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔"

اور آج کل کیا حال ہے، ذرا سی تکلیف پہنچی اور شکوے شروع۔ انسان بے صبرا بن جاتا ہے، ذرا ذرا سی بات پر شکوے کرنے لگ جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس بے صبری کی وجہ سے ہم گناہوں کے مٹنے والے اجر کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اگر صبر کر لیتے تو پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کون کونسے گناہوں کو مٹا دیتے۔

اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ماں کو اپنے بیٹے سے محبت ہوتی ہے، وہ بچے کو گندہ نہیں دیکھ سکتی۔ ماں اگر دیکھتی ہے کہ اس نے اپنے جسم پر نجاست لگا لی ہے، کپڑے گندے کر لیے ہیں۔ وہ اسے نہلانے کے لیے لے جاتی ہے۔ اب بچہ رو رہا ہوتا ہے۔ باپ

پوچھے کہ میرا بیٹا کیوں رو رہا ہے؟ ماں کہاں گئی ہے؟ تو دوسرا بندہ جواب دے گا کہ جی ماں ہی تو رلا رہی ہے۔ وہ حیران ہوگا کہ ماں بیٹے کو کیوں رلا رہی ہے؟ لیکن جب بتایا جائے گا کہ بچے پر نجاست لگ گئی تھی، ماں اس کو دھو رہی ہے اور دھونے کی وجہ سے بچہ رو رہا ہے تو اس کا جو غصہ تھا وہ خوشی میں تبدیل ہو جائے گا۔

بالکل اسی طرح ہم گناہ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی پریشانی، مصیبت یا بلا بھیج دیتے ہیں اور وہ حقیقت میں گناہوں کو دھونے کے لیے ہوتی ہے۔

چنانچہ حدیث مبارکہ ہے:

((لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَ الْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ وَ فِيْ وَلَدِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ مَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ))

(السنن الکبریٰ للبیهقی، رقم الحدیث: ۶۵۴۳))

''بندے کو جب کوئی بھی مصیبت، پریشانی پہنچتی ہے (اور وہ صبر کر لیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ اس کے سب گناہ معاف کر دیے گئے ہوں گے''

توبہ کے فوائد

جو انسان توبہ کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو انعام ملتا ہے۔

- پہلی بات: گناہ معاف ہوتے ہیں۔
- دوسری بات: کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔
- تیسرا: اللہ تعالیٰ دشمنوں کے معاملے میں اپنے بندے کی مدد فرماتے ہیں۔
- اور اللہ تعالیٰ اس بندے کے دل میں عاجزی اور انکساری پیدا کر دیتے

ہیں۔

◎ اور سب سے بڑا فائدہ کہ توبہ اللہ سے وصل کا ذریعہ بنتی ہے۔

ابن عطاء اللہ اسکندری لکھتے ہیں:

رُبَمَا فَتَحَ لَكَ بَابَ الطَّاعَةِ وَ مَا فَتَحَ لَكَ بَابَ الْقُبُوْلِ

''ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تمہارے لیے نیکی کا دروازہ کھول دے، قبولیت کا دروازہ نہ کھولے۔''

لٰہذا نیکی کرنا الگ بات ہے، اللہ کے ہاں اس کا قبول ہو جانا، یہ الگ بات ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

رُبَمَا قَضٰی عَلَيْكَ بِالذَّنْبِ فَكَانَ سَبَبًا فِی الْوُصُوْلِ

''ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں ایک گناہ لکھ دیا ہو اور اس گناہ نے تمہارے لیے اللہ سے واصل ہونے کا ذریعہ بننا ہو''

مطلب یہ کہ انسان گناہ کرتا ہے، پھر جب توبہ کر لیتا ہے تو گویا وہ گناہ اس کے لیے اللہ کے قرب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ:

مَعْصِيَةٌ اَوْرَثَتْ ذُلًّا وَّافْتِقَارًا خَيْرٌ مِّنْ طَاعَةٍ اَوْرَثَتْ عِزًّا وَّ اسْتِكْبَارًا (شرح الحکم العطائیة: ۸۲/۱)

''ایسا گناہ کہ جس کے بدلے میں انسان کو اپنا آپ اللہ کے سامنے ذلیل لگے، شرمندگی والا لگے اور اس کے اندر انکساری پیدا ہو، وہ اس نیکی سے بہتر ہے جو انسان کے اندر عجب اور استکبار کو پیدا کر دے''

توبہ میں رکاوٹیں

جو بندہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پھر اس بندے سے خوش ہو جاتے ہیں۔ مگر اس توبہ میں کئی چیزیں رکاوٹ ہوتی ہیں۔ جو انسان کو توبہ کرنے نہیں دیتیں۔

(۱) طول الامل:

''لمبی امیدیں باندھ لینا۔''

وہ سوچتا ہی رہتا ہے کہ ہاں میں توبہ کرلوں گا۔ اسی میں ہی انسان زندگی کا وقت گزارتا چلا جاتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

كُلُّ امْرِءٍ مُّصَبَّحٌ فِىْ اَهْلِهٖ
وَ الْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

''ہر بندہ صبح کرتا ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ اور اس کی موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔''

تو کیا پتہ کہ انسان کو کب موت آ جائے؟

(۲) مایوسی:

اور کئی مرتبہ انسان کو اللہ کی جناب میں مایوسی ہوتی ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اتنے گناہ کیے ہیں اب توبہ قبول نہیں ہونی۔ اب جس لائن پر چل رہے ہو بس یونہی چلتے رہو۔ یہ مایوسی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

(۳) اعتراض:

اور کئی مرتبہ انسان قضا و قدر پر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اللہ نے چونکہ لکھا تھا اس لیے ہونا ہی تھا۔ ایسی بات نہیں۔ رب کریم نے اختیار بندے کو دیا ہے کرے یا نہ کرے۔ ایک آدمی نے ایک گناہ کیا اور گناہ کر کے وہ اپنے اللہ کے سامنے یہ کہنے لگا:

الٰهی! اَنْتَ قَضَيْتَ، اَنْتَ قَدَّرْتَ، اَنْتَ حَكَمْتَ

''اللہ! تو نے یہ گناہ مقدر میں لکھا تھا، تو نے تقدیر بنائی تھی، تو نے ہی اس کا فیصلہ کیا تھا۔''

فَسَمِعَ صَوْتًا يَقُوْلُ لَهٗ

آواز آئی کہنے والے نے کہا:

هٰذَا حَقُّ الرُّبُوْبِيَّةِ فَاَيْنَ اَدَبُ عُبُوْدِيَّةٍ

''میں نے تیری تقدیر بنا کر ربوبیت کا حق ادا کیا، لیکن عبودیت کا ادب کہاں ہے؟''

اس کو بات سمجھ آ گئی، کہنے لگا:

الٰهی! اَنَا عَصَيْتُ، وَ اَنَا اَسْرَفْتُ، وَ اَنَا ظَلَمْتُ

''اللہ! میں نے گناہ کیا، میں نے اسراف کیا، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔''

فَسَمِعَ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لَهٗ: اَنَا غَفَرْتُ، وَ اَنَا عَفَوْتُ، وَ اَنَا رَحِمْتُ

''تو اللہ کی طرف سے آواز آئی: (اگر تو نے تسلیم کر لیا کہ تجھ سے خطا ہوئی، میرے بندے!) میں نے تجھے معاف کر دیا، میں نے تیری خطاؤں سے درگزر فرما دیا۔''

توبہ پر برانگیختہ کرنے والے اعمال

اَلْبَوَاعِثُ عَلَى التَّوْبَةِ

توبہ پر کچھ اعمال برانگیختہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً:

(۱) اللہ کی عظمت کے بارے میں سوچنا:

انسان اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت کے بارے میں سوچے تو اسے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔

چنانچہ عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

......اِذَا اَرَدْتَ اَنْ يُّفْتَحَ لَكَ بَابَ الرَّجَاءِ فَا شْهَدْ مَا مِنْهُ

اگر تو اپنے اوپر امید کا دروازہ کھولنا چاہے تو اس بات پر غور کر کہ اللہ کی تیرے اوپر نعمتیں کتنی ہیں؟

جتنا سوچے گا اتنی امید اور بڑھے گی۔ اللہ کی اتنی رحمتیں! اتنی نعمتیں! لہٰذا دل میں اللہ سے امید بڑھ جائے گی۔

......وَ اِذَا اَرَدْتَّ اَنْ يُفْتَحَ لَكَ بَابَ الْخَوْفِ فَاشْهَدْ مَا مِنْكَ اِلَيْهِ

''اور اگر تو چاہے تیرے اوپر خوف کا دروازہ کھلے۔ اس بات پر غور کر کہ تو اللہ کے پاس کیا پہنچا رہا ہے؟'' (شرح الحکم العطائیہ: ۱/۱۱۱)

اللہ تعالیٰ تیری طرف نعمتیں بھیج رہے ہیں اور تو اللہ کے پاس معصیت بھیج رہا ہے۔ تو اس چیز کو سوچے گا تو تیرے اوپر خوف کا دروازہ کھل جائے گا۔

(۲) آخرت کے بارے میں سوچنا:

آخرت کے بارے میں انسان سوچے تو توبہ کی توفیق جلدی نصیب ہو جاتی

ہے۔امام ابوبکر بن فورک کے بارے میں آتا ہے ایک بندہ ان کے پاس آیا۔

فَلَمَّا رَآنِیْ دَمَعَتْ عَیْنَاہُ

''جب اس نے مجھے دیکھا تو آنسوؤں سے رو پڑا۔''

فَقُلْتُ لَہٗ:اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعَافِیْکَ وَ یَشْفِیْکَ

''میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف بھی فرما دیں گے،شفا بھی دے دیں گے۔''

فَقَالَ لِیْ:تَرَانِی اَخَافُ مِنَ الْمَوْتِ، اِنَّمَا اَخَافُ مِمَّا وَرَآءَ الْمَوْتِ

(الاستعداد للموت: ۱/۹)

''انہوں نے جواب دیا: تُو یہ محسوس کر رہا ہے میں موت سے ڈر رہا ہوں۔ نہیں! مجھے تو اس بات سے ڈر لگ رہا ہے کہ موت کے بعد کیا ہوگا؟''

تو آخرت کے بارے میں سوچ ،تو بھی توبہ کی توفیق مل جائے گی۔چنانچہ انسان جس قدر اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے ،پروردگارِ عالم اس کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں۔

''توبۃ نصوح'' کیا ہے؟

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلتَّوْبَۃُ النَّصُوحُ اَنْ تُبْغِضَ ذَنْبَکَ کَمَا کُنْتَ تُحِبُّہٗ

''توبۃ نصوح یہ ہے کہ تجھے گناہ کرنے سے ایسی نفرت ہو جائے جیسے تو گناہ کرنا پسند کرتا تھا اور جب تجھے گناہ یاد آئے تو تو اس وقت استغفار کرے۔''

علماء کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ہماری آسانی کے لیے انہوں نے توبہ کو

چند لفظوں کے اندر سمیٹ دیا ہے کہ توبہ کیا ہوتی ہے؟ بہت عجیب الفاظ ہیں، فرماتے ہیں:

تَرْكُ ذَنْبٍ عِلمًا بِقُبْحِهٖ، وَ نَدَمًا عَلٰى فِعْلِهٖ ، وَ عَزْمًا عَلٰى اَنْ لَّا يَعُوْدَ اِلَيْهِ اِذَا قَدَرَ ، و تَدَارُكًا لِمَا يُمْكِنُ تَدَارُكُهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ وَ اَدَاءً لِمَا قَضٰى مِنَ الْفَرَائِضِ، اِخْلَاصًا لِلّٰهِ ، وَ رَجَاءً لِثَوَابِهٖ وَ خَوْفًا مِنْ عِقَابِهٖ وَ اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ قَبْلَ الْغَرْغَرَةِ وَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنَ الْمَغْرِبِ ۔

''گناہ کی قباحت جانتے ہوئے اس کو چھوڑ دینا اور اس گناہ پر نادم ہونا اور اس بات پر عزم کرنا کہ گناہ پر قدرت ہوئی بھی تو گناہ نہیں کروں گا اور جن اعمال کا تدارک ممکن ہو ان کا تدارک کرنا اور قضا شدہ فرائض کو اللہ کی رضا کے لیے ادا کرنا ادا کرنا ،ثواب کی امید پر اور اللہ کے عتاب سے ڈرتے ہوئے ۔اور یہ توبہ غرغرۂ موت اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے پہلے پہلے ہو۔''

اگر یہ تمام شرائط پوری جائیں گی تو جو توبہ کی جائے گی ۔ وہ توبۃ نصوح بن جائے گی۔

بندے اور رب کا عجیب معاملہ:

چنانچہ ایک حدیث پاک میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں:

وَيْحًا لِاِبْنِ آدَمَ لَا يُرِيْدُ تَرْكَ عَمَلٍ بِالْخَطِيْئَةِ وَلَا يَيْئَسُ بِالرَّحْمَةِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَهٗ فَقَدْ غَفَرْتُ لَهٗ فَقَدْ غَفَرْتُ لَهٗ (کتاب التوبۃ: ۱/۲۲۹)

''بنی آدم کو دیکھو! نہ تو گناہ کرنا چھوڑتا ہے، نہ ہی میری رحمت سے ناامید ہوتا

ہے۔لہٰذ میں نے اس کی توبہ کو قبول کرلیا، قبول کرلیا، قبول کرلیا۔''

میرے بندے کا حال دیکھو! یہ گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے، پھر گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے۔نہ تو گناہ کرنا چھوڑتا ہے، نہ ہی میری رحمت سے ناامید ہوتا ہے۔چونکہ میری رحمت سے ناامید نہیں ہورہا، لہٰذ میں بھی اس کی توبہ کو قبول کرلیتا ہوں۔

ہر سرکش کو توبہ کی دعوت:

اللہ رب العزت کی رحمت کا معاملہ دیکھیے! کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کو بھی توبہ کی طرف بلایا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتے تھے۔حالانکہ یہ کتنا بڑا جرم ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

قَدْ دَعَا اللّٰہُ اِلٰی مَغْفِرَتِہٖ

مَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمَسِیْحَ ھُوَاللّٰہُ

اللہ نے ان کو بھی توبہ کی دعوت دی، جنہوں نے کہا کہ مسیح اللہ تعالیٰ ہیں۔

......وَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمَسِیْحَ ابْنُ اللّٰہِ

اللہ نے ان کو بھی توبہ کی دعوت دی جنہوں نے کہا کہ مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

......وَ مَنْ زَعَمَ اَنْ عُزَیْرًا اِبْنُ اللّٰہِ

اللہ نے اس کو بھی توبہ کی طرف بلایا جو یہ کہتے تھے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔

......وَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ

اور اللہ نے ان کو بھی توبہ کی دعوت دی جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہیں۔

......وَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ یَدَ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ

اور اللہ نے ان کو بھی توبہ کی دعوت دی جنہوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ بند ہیں۔

......وَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ

اور اللہ نے ان کو بھی توبہ کی دعوت دی جنہوں نے کہا اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِهٰٓؤُلَاءِ: اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ

ان سب کو اللہ فرماتے ہیں: اگر یہ سارے لوگ بھی استغفار کرتے، توبہ کر لیتے میں ان کی توبہ کو بھی قبول کر لیتا۔ (الدر المنثور: ۴۶۲/۸)

پھر اس سے بھی اگلی بات، قرآن مجید کی ایک سورت میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایمان والوں کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ ان ایمان والوں کو دشمنوں نے قتل کر دیا۔ اب جنہوں نے قتل کیا وہ کتنے بڑے مجرم ہیں۔ قاتل اور وہ بھی ایمان والوں کے! لیکن اللہ تعالیٰ ان قاتلین کو بھی فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا﴾

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الْكَرَمِ وَ الْجُوْدِ قَتَلُوْا اَوْلِيَائَهٗ وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ اِلَى التَّوْبَةِ وَ الْمَغْفِرَةِ (تفسیر ابن کثیر: ۲۷۱/۸)

''اللہ کے کرم اور اللہ کے جود وسخا کا اندازہ لگایئے کہ انہوں نے تو اللہ کے اولیاء کو قتل کیا اور اللہ ان بندوں کو بھی توبہ اور مغفرت کی طرف بلا رہے ہیں۔''

ایک اعرابی کی عاجزانہ دعا:

چنانچہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے توبہ کی، مگر بڑے پیارے الفاظ کے ساتھ۔ امید ہے کہ آپ دل کے کانوں سے اس کو سنیں گے، چونکہ اپنی بات کو میں بھی مکمل کرنا چاہ رہا ہوں۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ بیت اللہ کے سامنے بیٹھا دعا کر رہا تھا۔ سبحان اللہ! دعا کا اصل مقصد ہوتا ہے

اللہ کے سامنے تذلل ظاہر کرنا، اپنی محتاجی، اپنے چھوٹے پن اور اپنی کوتاہی کا اظہار کرنا۔ چنانچہ جو بندہ جتنا اپنی محتاجی کا اظہار کرے گا، اتنی توبہ جلدی قبول ہو جائے گی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اعرابی کو دعا مانگتے دیکھا اس نے عجیب دعا مانگی۔ کہتا ہے:

اِلٰهِیْ! مَنْ اَوْلٰی بِالزُّلَلِ وَ التَّقْصِیْرِ مِنِّی وَ قَدْ خَلَقْتَنِیْ ضَعِیْفًا

''اللہ! آپ نے مجھے ضعیف پیدا کیا تو مجھ سے زیادہ تقصیر کا اور گناہ کا حق دار کون ہوسکتا ہے؟''

آپ نے ہی تو مجھے ضعیف پیدا کیا، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا﴾ (النساء:۲۸)

''انسان کو کمزور پیدا کیا گیا''

تو جب اللہ! آپ نے ڈیزائین ہی ایسا بنایا کہ مشین کمزور ہے، تو گڑبڑ تو ہوگی ہی سہی۔ ذرا اس اعرابی کی عقلمندی دیکھیے! اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے بات کتنے اچھے انداز میں کی۔ اللہ! آپ نے مجھے ضعیف پیدا کیا تو مجھ سے زیادہ گناہ کرنے کا پھر حق دار کون ہوسکتا ہے؟

وَ مَنْ اَوْلٰی بِالْعَفْوِ عَنِّیْ مِنْكَ وَ عِلْمُكَ فِیْ سَابِقٍ وَ قَضَائُكَ بِیْ مُحِیْطٌ

''اور اللہ! آپ سے زیادہ مجھے بخش دینے کا اہل کون ہوسکتا ہے کہ آپ نے میری تقدیر لکھی اور آپ کا علم بھی محیط ہے۔''

اور آپ کو میرے پیدا کرنے سے پہلے پتہ تھا کہ میں نے کرنا کیا ہے؟ اے اللہ! جب آپ کو پہلے سے پتہ تھا، لہٰذا اب آپ ہی زیادہ حق دار ہیں کہ مجھے معاف فرما

دیں۔

اَطَعْتُكَ بِاِذْنِكَ وَالْمِنَّةُ لَكَ

''اللہ! میں نے تیرے احسان کی وجہ سے تیری فرمانبرداری کی۔''

وَ عَصَيْتُكَ بِعِلْمِكَ، وَ الْحُجَّةُ لَكَ

''اور اللہ! میں نے گناہ کیا تو تیرے پاس مجھے سزا دینے کی حجت مکمل ہوگئی۔''

فَاَسْئَلُكَ بِوُجُوْبِ حُجَّتِكَ عَلَيَّ

''اللہ! وہ جو تیرے پاس حجت ہے مجھے سزا دینے کی میں اس کی وجہ سے دعا مانگتا ہوں۔''

وَ انْقِطَاعِ حُجَّتِيْ، وَ فَقْرِيْ اِلَيْكَ، وَ غِنَاكَ عَنِّيْ

''اور میرے پاس کوئی بہانہ نہیں کہ میں نے گناہ کیوں کیا؟ اور اللہ میں تیرا محتاج ہوں، تو مجھ سے مستغنی ہے۔''

اِلَّا مَاغَفَرْتَ لِيْ (کتاب التوبہ:۱/۱۶۶)

''اے اللہ! تو میرے گناہوں کو معاف فرما دے۔''

اللہ رب العزت کا کرم ہوتا ہے اس بندے پر جو بہت عاجزی کے ساتھ اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدۂ مغفرت:

اور اللہ تعالیٰ تو چاہتے ہیں کہ بندے کے گناہوں کو معاف فرمائیں۔ چنانچہ حدیث مبارکہ ہے:

اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ ﷺ

''اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی نازل فرمائی۔''

اَتُحِبُّ اَنْ اَجْعَلَ اَمْرَ اُمَّتِكَ اِلَيْكَ؟

''کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی امت کا معاملہ آپ کے ہاتھوں میں دے دیں؟''

اے میرے پیارے حبیب ﷺ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی امت کے آخرت کے حساب کتاب کا معاملہ آپ کے ہاتھوں میں ہو، آپ ہی ان کا میزان کروائیں اور آپ ہی اس کا فیصلہ کریں کہ اس کی بخشش ہو اور اس کی بخشش نہ ہو۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ پوچھا تو نبی علیہ السلام نے جواب دیا:

لَا يَارَبِّ! اَنْتَ خَيْرٌ لَّهُمْ

''نہیں! اللہ! آپ میری امت کے لیے مجھ سے بھی زیادہ بہتر ہیں۔''

فَاَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اِذَنْ لَا اُخْزِيْكَ فِيْهِمْ

(احیاء علوم الدین: ۴۹/۶)

اللہ نے وحی نازل فرمائی: میرے حبیب! معاملہ آپ نے چونکہ میرے ہاتھ میں چھوڑ دیا تو میں امت کے بارے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ میں امت کے بارے میں آپ کو رسوا نہیں ہونے دوں گا۔

اب دیکھیے! اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں اور نبی علیہ السلام نے معاملہ اپنے ہاتھ میں لینے کی بجائے اللہ کے ہاتھ میں دیا۔ کیوں؟ وہ جانتے تھے کہ اللہ کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے، مخلوق جتنا بھی رحیم و کریم بن جائے، اس کی رحمت کی کوئی حد ہو گی پروردگارِ عالم وہ ذات ہے جس کی رحمت کی کوئی حد نہیں۔

گنہگار کی پکار پر اللہ کا جواب:

عجیب بات ہے ذرا توجہ سے سنیے!

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک سوال پوچھا:

یَا رَبِّ اے پروردگار!

اِذَا سَئَلَكَ سَائِلٌ مَاذَا تَقُوْلُ لَهٗ ؟

جب نیک بندہ آپ کو پکارتا ہے تو آپ اس کو کیا جواب دیتے ہیں؟

قَالَ اَقُوْلُ لَبَّيْكَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کے جواب میں اس کو لبیک کہتا ہوں۔

فَقَالَ فَالزَّاهِدُ؟ پوچھا :اے اللہ کوئی زاہد پکارے تو؟

قَالَ : اَقُوْلُ لَبَّيْكَ فرمایا: میں اس کو جواب میں لبیک کہتا ہوں۔

قَالَ :فَالصَّائِم؟ پوچھا: کوئی روزہ دار پکارے؟

قَالَ :اَقُوْلُ لَبَّيْكَ فرمایا: میں اس کو بھی لبیک کہتا ہوں۔

قَالَ :فَالْخَاطِئُ ؟ پوچھا: جب کوئی گناہ گار پوچھے؟

قَالَ اَقُوْلُ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ

اللہ فرماتے ہیں گناہ گار بندہ جب مجھے پکارتا ہے تو میں تین مرتبہ لبیک لبیک لبیک کہتا ہوں۔

اس کی وجہ یہ ہے۔

كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْ هٰؤُلَاۤءِ يَتَّكِلُ عَلٰى عَمَلِهٖ وَالْعَاصِيْ يَتَّكِلُ عَلٰى رَحْمَتِيْ

وہ جو پہلے لوگ تھے، نیک تھے، زاہد تھے، روزہ دار تھے، ان میں سے ہر ایک کو اپنی نیکیوں پر خوش گمانی تھی کہ ان کی نیکیاں کام آجائیں گی۔ لہٰذا ان کو اپنے عملوں پر بھروسا تھا۔ جو گناہ گار ہوتا ہے وہ میری رحمت پر اعتماد کرتا ہے۔

وَاَنَا لَا اُخَیِّبُ عَبْدًا اِتَّکَلَ عَلَیَّ

''اور میں اس بندے کو کبھی رسوا نہیں کرتا جو مجھ پر توکل کرتا ہے۔''

لِاَنِّیْ قُلْتُ اس لیے میں نے فرمادیا:

وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس:۱/۲۳۷)

''جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے''

اللہ اکبر کبیرا۔ وہ پروردگار کتنا کریم ہے جو ہمارے گناہوں کو بخش کر خوش ہوتا ہے اور بخشنے کے لیے اس نے دروازے کھولے ہوئے ہیں۔

گناہوں سے توبہ:

آج کی اس مجلس میں ہم اپنے گناہوں سے پکی سچی توبہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں: الٰہی! زندگی گزرتی جارہی ہے آپ ہم پر رحمت کی نظر فرمادیجیے! گناہوں سے سچی توبہ عطا فرمادیجیے! کہنے والے نے کہا:

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا شَابَتْ عَبِیْدُھُمْ
فِیْ رِقِّھِمْ اَعْتَقُوْھُمْ عِتْقَ اَحْرَارِیْ
وَ اَنْتَ یَا سَیِّدِیْ اَوْلٰی بِذَا کَرَمًا
قَدْ شِبْتُ فِیْ رِقِّ فَاعْتِقْنِیْ مِنَ النَّارِ

''اے اللہ! جب کسی بادشاہ کے غلام خدمت کرتے کرتے بوڑھے ہو جاتے ہیں، تو وہ بڑھاپے میں وہ ان کو غلام نہیں رہنے دیتے، وہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کو آزاد کر دیا کرتے ہیں اور اے میرے سردار! تو اس بات کا زیادہ مستحق ہے، میں تو غلامی کرتے کرتے بوڑھا ہو گیا ہوں آپ مجھے آگ سے آزاد کر دیجیے''

اللہ! آپ کا نام لیتے، خدمت کرتے، کلمہ پڑھتے، بوڑھے تو ہم بھی ہو گئے ہیں، بال سفید ہو گئے ہیں، لہٰذا آپ بھی ہمیں گناہوں کی معافی عطا کر دیجیے! اور جہنم کی آگ سے بچا لیجیے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں گے پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے اور ہمیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائیں گے۔ پروردگارِ عالم آج کی اس مجلس میں ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔

﴿وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾